مقربانِ الٰہی کی سرخروئی

روح کافر گری کے ابتلاء میں

طابع و ناشر

دوست محمد شاہد

ربوہ

مقربان الٰہی کی سرخروئی

روح کافر گری کے ابتلاء میں

طابع و ناشر

دوست محمد شاہد

ربوہ

مقرّبانِ الٰہی کی سُرخروئی

رُوحِ کافرگری کے ابتلا میں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مُرغِ قبلہ نُما آشیانے میں

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ــــــ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خداوند تعالیٰ کے محبوبوں، مقربوں اور مقدسوں کو ہمیشہ امتحان اور ابتلاء میں ڈالا جاتا ہے تاکہ دُنیا پر ثابت ہو کہ ہر قسم کے مصائب اور مشکلات کے باوجود وہ اپنے دعوئ محبتِ الٰہی میں کیسے ثابت قدم نکلے اور مصائب کے زلزلے اور حوادث کی آندھیاں اور قوموں کا ہنسی ٹھٹھا کرنا اور دُنیا کی ان سے سخت کراہت اُن کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر بھی لغزش پیدا نہ کرسکی ؎

صادق آں باشد کہ ایّام بلا
مے گزارد با محبّت باوفا

چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"ابتلاء جو اوائلِ حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذِلّت کی صُورت میں اُن کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کر کے اُن کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلاء اِس لئے نازل نہیں ہوتا کہ اُنکو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالَم سے اُن کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خُداوند عزّ و جل اپنے پیار کرنے والوں سے دُشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذِلّت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیرِ ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اِسلئے نازل ہوتا ہے کہ تا اُس برگزیدہ قوم کو قبولیّت کے بلند مینار تک پہنچاوے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے اُن کو سکھاوے یہی سُنّت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ

اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سُنّت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دالّ ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسلؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانونِ قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء اُن مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے اُنہوں نے پالئے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مُہر لگادی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچّے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکّاروں اور بے عزّتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربّانی مددوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسا تھا کچھ مُدّت تک مُنہ چُھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربّیانہ عادت کو بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا اُنہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت موردِ غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور انکے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طُول کھینچ گیا ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدّت وسختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں پر وہ اپنے پکّے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سُست اور دِل شکستہ نہ ہوئے بلکہ جتنا مصائب وشدائد کا بار اُن پر پڑتا گیا اُتنا ہی اُنہوں نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اُسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر اُنہیں مُشکلاتِ راہ کا خوف دلایا گیا اُسی قدر اُن کی ہمت بلند اور اُن کی شجاعتِ

ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ اُن تمام امتحانات سے اوّل درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پُورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزّت اور حُرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حُباب کی طرح معدُوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اَولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوتِ ایمانی اُن آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام النّاس جیسے خُدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اُس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں بالخصوص اُن محبُوبانِ الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام النّاس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ اُن کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اِس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابُود کر دیوے بلکہ اِس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودہ پھُول اور پھل زیادہ لاوے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اَولیاء کی تربیتِ باطنی اور تکمیلِ رُوحانی کے لئے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا اِن ربّانی سپاہیوں کی ایک رُوحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔"

(سبز اشتہار صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

حضرت اقدس علیہ السّلام نے ابتلاء کے اِس فلسفہ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے نہایت لطیف اور عارفانہ رنگ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اِتّباع سے برکاتِ الٰہی

دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام اُن کے دلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات اُن کے مُونہہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکّل اُن کو عطا ہوتی ہے اور ایک مُحکم یقین اُن کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبّتِ الٰہی جو لذّتِ وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دِلوں میں رکھی جاتی ہے۔ **اگر اُن کے وجُودوں کو ہاونِ مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حُبِّ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔** دُنیا اُن سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر و بلند تر ہیں۔ خُدا کے معاملات اُن سے خارقِ عادت ہیں اُنہیں پر ثابت ہؤا ہے کہ خُدا ہے اُنہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دُعا کرتے ہیں تو وہ اُن کی سُنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ اُن کو جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُنکی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور اُن کی درودیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اُس کی ظاہری و باطنی و رُوحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے اور وہ اُن کا ہے۔"

{ سُرمہ چشم آریہ، حاشیہ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴ بار سوم
تصنیف حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ }

کافر گری کی ذہنیّت اور صُلحائے اُمّت

خدائے حکیم و خبیر عزّ اسمہٗ و جلّ شانہٗ نے اُمّتِ مُسلمہ کے صلحاء، اولیاء، ابدال، اقطاب اور محدّثین و مجدّدین کے امتحان کا یہ پُر حکمت انتظام جاری فرمایا کہ اُن کی آزمائش کے لئے ابتدائے اسلام ہی سے ایک طبقہ میں کافر گری کی ذہنیّت پیدا کر دی۔ اِس ذہنیّت نے ابتدائے اسلام سے آج تک خدا کا کوئی مقرّب بندہ اور کوئی محبوب درگاہِ الٰہی ایسا نہیں چھوڑا

جس پر کافر سازی کے تیر نہ چلائے گئے ہوں۔ ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

رُوحِ تکفیر نے اسلام کی بہت سی بلند پایہ اور مایۂ ناز شخصیتوں اور برگزیدہ ہستیوں کا خون بہایا بمتعدد ممتاز اور نامور اسلامی مفکّر، مفسّر، محدّث، مجدّد، متکلّم، حکماء اور اصفیاء اس ناپاک رُوح کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوئے اور کئی ایسے خدانما وجود جو اپنے زمانہ میں روشنی کا مینار، اُسوۂ محمدی کی تصویر اور اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ کافروں، ملحدوں، زندیقوں اور مُرتدوں کے زُمرہ میں نہایت بے دردی سے شامل کر دیئے گئے۔

رُوحِ کافرگری کا پیدا کردہ یہ امتحان نہایت کٹھن، صبر آزما، زہرہ گداز اور رُوح و قلب کو تڑپا دینے والا امتحان تھا مگر خدا کے پیارے اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کے یہ عُشّاق کس طرح اپنے اخلاص میں اوّل درجہ کے ثابت قدم نکلے اور نہایت بشاشت، استقلال اور مُسکراتے ہوئے چہروں سے اس امتحان میں کامیاب و کامران ہوئے اور پھر خدا تعالیٰ کی نُصرتوں اور قبولیتوں نے اُن کے سروں پر فتح و ظفر کے تاج پہنا دیئے اور ان کے پیش کردہ عقائد و نظریات کو قبولِ عام کی سند عطا فرمائی؟؟

یہ ہے تاریخ اسلام کا بظاہر دردناک مگر نہایت ایمان افروز پہلو جس پر آئندہ اوراق میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

پہلی صدی ہجری

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (ولادت ۳؁ قبل ہجرت ۔ وفات ۶۸؁ ہجری)

پہلی صدی ہجری کے ممتاز اور متبحر عالم ربّانی اور نہایت جلیل القدر صحابی تھے جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے "ترجمان القرآن" کا قابلِ فخر خطاب عطا فرمایا (الاستیعاب فی معرفت الاصحاب جلد ۱ صفحہ ۳۸۴)

اِسلامی لٹریچر سے ثابت ہے کہ آپ بھی اپنی زندگی میں کافرگری کی ذہنیت کا شکار ہوئے

مگر آپ صبر و رضا اور توکّل و استقلال کے رُوحانی مدارج میں بڑھتے چلے گئے اور عشقِ الٰہی کی اُس شمع کو ہمیشہ فروزاں رکھا جو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے قلبِ مطہر میں روشن کر دی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ کو بعض معاصرین کافر کہا کرتے تھے۔ (ہفت روزہ خورشید سندیلہ ۲۵ر فروری ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ کالم ۲)

(۲) سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام (ولادت ۴ھ وفات ۶۱ھ)

حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے جگر گوشہ تھے جنہیں حضورؐ کی زبان فیض ترجمان سے اہلِ جنّت کا سردار قرار دیا گیا۔ آپ اہلِ بیتِ نبویؐ کے پہلے درخشندہ گوہر ہیں جنہیں (مع دیگر افرادِ خاندان کے) کافر گری کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ چنانچہ افضل الاعمال فی جواب نتائج الاعمال[1] صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے:۔

"یزید پلید نے بوجہ حضرت امام حسین کے انکارِ اطاعت کے علماء سے قتل کا فتویٰ طلب کیا۔ علماء نے آجکل کے علماء کی طرح شقاوتِ ازلی اور طمع نفسانی سے قتل کا فتویٰ دیا تو موجب فتویٰ علماء کے یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو مع آل و اولاد بھوکا پیاسا دشتِ کربلا میں شہید کر دیا۔"

آقائی حاجی مرزا حسن صاحب اپنی کتاب جواہر الکلام میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت علیؓ پر خارجیوں نے کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا لیکن حضرت سیّد الشہداء کو یہ شرف حاصل ہے کہ اُن کے قتل کے محضر پر دربارِ بنی اُمیّہ کے ایک سو قاضیوں اور مفتیوں کی مُہریں لگی تھیں اور سرِ فہرست قاضی شریح کا نام تھا۔

کہتے ہیں کہ بصرے کے گورنر ابنِ زیاد نے قاضی شریح کو دربار میں طلب کیا اور اُس سے کہا کہ آپ حسینؓ ابنِ علیؓ کے قتل کا فتویٰ صادر کریں۔ قاضی شریح نے انکار کیا اور اپنا قلمدان اپنے سر پر دے مارا۔۔۔۔ اور اُٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو ابنِ زیاد نے چند تھیلیاں زر کی اس کے لئے بھیج دیں۔ صبح ہوئی شریح ابنِ زیاد کے پاس آیا تو ابنِ زیاد نے پھر وہی گفتگو شروع کی تو قاضی شریح نے کہا کہ کل رات مَیں نے قتلِ حسین پر بہت غور کیا اور اب اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

---

[1] بحوالہ حربۂ تکفیر صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۶ر اپریل ۱۹۳۳ء

اُن کا قتل کر دینا واجب ہے چونکہ اُنہوں نے خلیفۂ وقت پر خروج کیا ہے لہذا بر بنائے دفع مفسدہ وخارجی یہ لازم ہے ــــــ پھر قلم اُٹھایا اور فرزندِ رسولؐ کے قتل کا فتویٰ اِس مضمون کا لکھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ــــ میرے نزدیک ثابت ہوگیا ہے کہ حسین ابنِ علی دینِ رسول سے خارج ہو گیا ہے لہذا وہ واجب القتل ہے "

(صـ ۸۸ مطبوعہ ۱۳۶۲ھ مطبع علمی تبریز۔ ایران)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجبِ سلبِ ایمان ہے۔ اور اِس امام کی تقویٰ اور محبتِ الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دِل جو اُس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دِل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت اِنسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر؟ مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ اُن کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دُنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اُس کے زمانہ میں محبت کی؟ تا حسین رضؓ سے بھی محبت کی جاتی "

(بدر ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۵ء صـ ۷)

(۳) اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت ۴۰ھ ہجری)

حضرت علیؓ کو خوارج نے اُس موقع پر واضح لفظوں میں کافر قرار دیا جبکہ آپ نے اپنی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو معرکہ صفین کے دَوران بطور حکم منتخب فرمایا۔

چنانچہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "اِنَّ الْخَوَارِجَ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی کُفْرِہٖ" (منہاج السنة النبویہ جلد ۳ صہ ۳ طبع اوّل مصری) انہی خوارج کے ہاتھوں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

دوسری صَدی ہجری

(۱) حضرت جُنید بغدادیؒ (وفات ۲۰۷ھ ہجری)

حضرت جُنید بغدادیؒ جو "سید الطائفہ" کے نام سے مشہور ہیں اور اپنے زمانہ میں ولیٔ کامل تھے اپنی زندگی کے آخری حصّہ میں فتنۂ تکفیر کے مصائب و آلام سے دوچار ہوئے۔ چنانچہ الیواقیت والجواہر جلد اوّل صہ ۱۴ مصری میں صاف لکھا ہے:-

"وَشَهِدُوْا عَلَى الْجُنَيْدِ بِالْكُفْرِ مِرَارًا" مگر تکفیر کا یہ حملہ اُنہیں تقویٰ شعاری اور فداکاری کی باریک راہوں سے نہ ہٹا سکا یہاں تک کہ آپ فوت ہو کر حق تعالیٰ کی آغوشِ رحمت میں جاگزین ہوئے۔ (نظم الدرر فی سلك السير مؤلفہ مُلّا صفی اللہ صاحب مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ)

(۲) حضرت محمد الفقیہہؒ (وفات قبل ۱۹۳ھ)

معجم المؤلفین (مؤلفہ عمر رضا کحالہ مطبع الترقی بدمشق) میں لکھا ہے:-

"محمد بن الليث ويعرف بالفقيه (ابو الربيع) اديب، كاتب، خطيب، متكلم، فقيه، كانت البرامكة تقدمه وتحسن اليه وكان يُرمٰى بالزندقة" (جلد ۱۱ صہ ۱۶۷)

یعنی: ابوالربیع محمد بن اللیث الفقیہ، ادیب، کاتب، خطیب، متکلم اور فقیہ بزرگ تھے برامکہ ان کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ آپ پر بھی زندیق ہونے کا الزام لگایا گیا۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہؒ (ولادت ۸۰ھ ہجری وفات ۱۵۰ھ ہجری)

آپ فقہ حنفیہ کے بانی اور بے مثال فقیہہ تھے۔ آج دنیا بھر میں سب زیادہ تعداد آپ ہی کا مسلک رکھنے والے مسلمانوں کی ہے جس سے آپ کی عظمتِ مرتبت اور جلالتِ شان کا پتہ لگتا ہے۔

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد بحوالہ کتاب مجالس المومنین ص۲۸۱ رقمطراز ہیں:۔

"ایں نامہ بدستِ منصور دوانیقی افتاد بر ابوحنیفہؒ متغیر شد و اورا ایذا داد کہ سببِ وفاتِ وے گشت۔ ترجمہ یعنی یہ خط منصور دوانیقی کے ہاتھ پڑ گیا اور ابوحنیفہ پر وہ خفا ہو گیا اور ان کو ایسی تکلیف دی کہ جو اُن کی وفات کی باعث ہوئی۔ دنیا کو یہ معلوم کر کے نہایت مایوسی ہوگی جب وہ سنیں گے کہ اس محبّ اہلِ بیت کا اجر امام موصوف کو کیا ملا۔ قاضی نوراللہ شوستری فرماتے ہیں" شاہ اسماعیل قبرِ ابوحنیفہ کوفی راکہ در بغداد بود کنّدہ عظام اُورا بسوخت وسگے را بجائے اُو دفن نمود و آں موضع را مزبلۂ اہلِ بغداد ساخت۔ ترجمہ۔ یعنی شاہ اسماعیل نے ابوحنیفہ کوفی کی قبر کو جو کہ بغداد میں تھی اُکھاڑا اور اس کی ہڈیوں کو جلایا اور ایک کتے کو اس کی جگہ دفن کیا گیا اور اس جگہ کو اہلِ بغداد کا پاخانہ بنایا گیا۔ مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی نے ایک کتاب موسومہ الجرح علی ابی حنیفۃ شائع کی ہے۔ اس کتاب سے بعض عبارات کو اباطیلِ وہابیہ میں نقل کیا گیا ہے جو حسبِ ذیل ہیں۔ ابوحنیفہ مُرجیہ و جُہنیہ زندیق تھے اور مُرجیہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا حنفی بھی اسلام سے خارج ہیں (رسالہ مذکور ص۱۷) ابوحنیفہ نے شرک کی جڑ قائم کی لہٰذا وہ مُشرک ٹھہرے (ص۱۷) ابوحنیفہ شیطان کا سینگ تھا (ص۱۷) ابوحنیفہ کا طریق صریح خلافِ قرآن ہے ص۱۷ ابوحنیفہ باغی تھا بغاوت ہی میں مرگیا ص۱۷ ابوحنیفہ کی تاریخ ولادت "سگ" ہے ص۱۷ ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی مسلمانوں میں رذیل اور منحوس نہیں گزرا ص۱۷

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قید میں رکھا گیا اور آخری تدبیر کی گئی کہ آپ کو بے خبری میں زہر دی گئی۔ اور جب آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور اسی حالت میں قضا کی۔

[سیرۃ النعمان مصنفہ شبلی مرحوم صفحہ ۶۳ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۱
بحوالہ تطہیر الاولیاء مع ملفوظاتِ اولیاء صفحہ ۱۳، ۱۴
مصنفہ میر مدثر شاہ گیلانی پشاوری]

نواب محسن الملک اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

" امام ابوحنیفہ کی نسبت وہ باتیں لوگوں نے کہیں کہ اُن کا نقل کرنا بھی بے ادبی ہے۔ بعضوں نے اُن کو جاہل ٹھہرایا بعضوں نے بدعتی بنایا بعضوں نے کفر کی نسبت کی"۔ ؎۲

(۴) حضرت امام مالک بن انس رض (ولادت ۹۳ سنہ ہجری وفات ۱۷۹ سنہ ہجری)

مدینۃ الرسول ؐ کے عظیم محدّث و عالم تھے۔ زُہد میں یکتا، حُبِّ رسول ؐ میں فرد اور سُنّتِ نبوی ؐ پر عمل کرنے میں بے مثال۔ حدیث کی مشہور کتاب مؤطا آپ کی ہی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ آپ کا مسلک اُندلس اور ساحلی مقامات میں خُوب پھلا پھولا۔ آپ کی سوانح حیات میں لکھا ہے :۔

"۔۔۔ جعفر ؎۱ نے مدینہ پہنچ کر نئے سرے سے لوگوں سے بیعت لی۔ امام مالک کو کہلا بھیجا کہ آئندہ طلاق جبری (مُکرہ) کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کہ لوگوں کو بیعتِ جبری کی بے اعتباری و عدمِ صحت کے لئے سند ہاتھ آئے۔ امام سے ترکِ حق کی توقع کس قدر بے جا خواہش تھی۔ امام صاحب بدستور معاملۂ جبری کے عدمِ صحت کا فتویٰ دیتے رہے۔ سلیمان نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ اُن کو ستّر کوڑے مارے جائیں۔ امام دار الہجرت کو محکمۂ امارت میں گنہگاروں کی طرح لایا گیا کپڑے اُتارے گئے اور شاہانہ امامت پر دستِ ظلم نے ستّر کوڑے پورے کئے۔ تمام پیٹھ خون آلود ہوگئی۔ دو ہاتھ مونڈھے سے اُتر گئے۔ اس پر بھی تسلّی نہ ہوئی تو حکم دیا کہ اُونٹ پر بٹھا کر شہر میں انکی

؎۱ عباسی خلیفہ منصور کے چچا زاد بھائی ۔ ؎۲ ہفت روزہ "لاہور" ۱۶ جولائی ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۰

تشہیر کی جائے۔ امام صاحب بایں حالِ زار بازاروں اور گلیوں سے گذر رہے تھے اور زبانِ صداقت نشان باآوازِ بلند کہہ رہی تھی جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں فتویٰ دیتا ہوں کہ طلاقِ جبری درست نہیں۔ اس کے بعد اسی طرح خون آلود کپڑوں کے ساتھ مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں سے فرمایا کہ سعید ابن المسیّب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انہوں نے بھی مسجد میں آکر نماز پڑھی تھی۔ یہ تعزیر گو تحقیر کے لئے تھی لیکن اس نے امام کی عزّت و وقار کے پایہ کو اور بلند کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۴۷ ہجری کا ہے۔"

{سیرت ائمہ اربعہ مرتبہ مولانا سیّد رئیس احمد صاحب جعفری صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴
طبع اوّل سنہ ۱۹۵۵ء کشمیری بازار لاہور}

(۵) حضرت امام شافعیؒ (ولادت ۱۵۰ ہجری وفات ۲۰۴ ہجری)

آپ فنِ حدیث میں یکتا اور فقہ میں یگانہ تھے۔ آپ کی "کتاب الاُمّ" اپنی مثال آپ ہے۔ ایک عرصہ تک مصر کا سرکاری مذہب شافعی رہا۔ روحِ کافرگری کے نتیجہ میں آپ پر مصیبتوں اور تکلیفوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن آپ صبر و رضا کے پیکر بنے رہے اور کوہِ وقار کی طرح اپنے مسلک پر قائم رہے۔ سلوک کی راہ میں ہزار دُکھ سہے لیکن پیشانی پر شکن نہیں آئی۔ لکھا ہے:۔

"ان کو اضرّ من ابلیس کہا گیا) رفض کی طرف نسبت کر کے قید کیا اور ان کے مرنے کی دُعائیں کیں علماءِ عراق و مصر نے ایسی تہمتیں لگائیں کہ یمن سے دار السلام (بغداد) تک بے حُرمتی و بے عزّتی سے قید کر کے بھیجے گئے۔ ہزاروں آدمی ملامت اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ ان میں سر جھکائے ہوئے تھے۔" (حربۂ تکفیر صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۶ر اپریل سنہ ۱۹۳۳ء)

تیسری صدی ہجری

(۱) حضرت امام بخاریؒ (ولادت ۱۹۵ ہجری وفات ۲۵۶ ہجری)

آپ محدثینِ عظام میں سے تھے۔ آپ ہی نے صحیح بخاری تالیف فرمائی جسے اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ کہا جاتا ہے۔ بایں علم و فضل آپ جلا وطن کئے گئے اور آپ پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگایا گیا جیسا کہ علامہ دہر المعتصم باللہ صفی اللہ فرماتے ہیں:۔

" اُورا از بخارا بیرون ساختہ بخرتنگ جلاوطن کردند یا زخرتنگ بروتنگ کردند وسہ ہزار گمراہانِ شاہدانِ زندقہ باُومی گردیدند و شاہدی می دادند کہ اُو زندیق است چونکہ بسیار بہ تنگ آمد از جناب حق تعالیٰ سائل گردید کہ ای بارِ خُدا این بندگانِ گمراہاں بر زمین مارا جائی نہ می دہند و تُو خالقِ ہمہ جہان و مالک ہر مکان ہستی مارا در جوارِ قرب خود جائی بدہ دعائیش مستجاب گشت رُوحِ اُورا قبض کردند و بجوار ملکِ اعلیٰ بروند"

{ نظم الدّرر فی سلک السیر صفحہ ۱۶۷ مؤلفہ علامۂ دہر فہامۂ عصر المعتصم باللہ صفی اللہ رح مطبع فاروقی دہلی سنہ ۱۲۹۵ھ }

(۲) حضرت ذوالنّون مِصریؒ (وفات سنہ ۲۴۵ ہجری)

آپ کا شمار اپنے وقت کے ممتاز اولیاء اور محبوبانِ الٰہی میں سے ہوتا ہے۔ آپ کو بھی رُوحِ کافرگری نے زندیقوں میں شامل کر دیا چنانچہ حضرت عبدالوہّاب شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔

" وشیعوا ذاالنون المصری من مصر الی بغداد مقیدا مغلولا وسافر معہ اھل مصر یشھدون علیہ بالزندقۃ"

(الیواقیت والجواھر جلد اوّل صفحہ ۱۴)

(۳) حضرت سہل تستریؒ (ولادت ۲۰۳ ہجری وفات ۲۸۳ ہجری)

آپ اپنے زمانہ کے اکابر بزرگوں میں سے تھے مگر کافرسازی کی ذہنیت نے آپ کو بھی کافروں کے زُمرے میں شامل کر دیا چنانچہ الیواقیت والجواہر جلد اوّل صفحہ ۱۳ (مصری) میں ہے:۔

" واخرجوا سهل بن عبداللہ التستری من بلدہ الی البصرۃ و نسبوہ الیٰ قبائح وکفّروہ مع امامتہ وجلالتہ"

(۴) حضرت احمد راوندیؒ (ولادت ۲۰۵ ہجری وفات ۲۹۸ ہجری)

علّامہ عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں :-

" احمد بن یحییٰ بن اسحاق البغدادی المعروف بالراوندی (ابو الحسین) عالم متکلّم وُصف بالالحاد والکفر والزندقۃ"

(معجم المؤلفین جلد اوّل ص۲)

حضرت احمد بن یحییٰ بن اسحاق بغدادی المعروف راوندی (ابو الحسین) عالم و متکلم تھے۔ آپ پر الحاد، کفر اور زندقہ کا الزام لگایا گیا۔

(۵) حضرت ابوسعید خرازؒ (وفات ۲۸۵ ہجری)

حضرت شیخ فریدالدین عطّارؒ فرماتے ہیں کہ آپ بغداد کے رہنے والے تھے، طریقت میں مجتہد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے بقاء و فنا کی کیفیّت کی بابت بیان کیا اور اپنے طریقے کو عبارت میں لکھا۔ آپ کی کتاب "کتاب السّر" نہایت دقیق رُوحانی مباحث پر مشتمل تھی جس کے سمجھنے سے علماءِ ظواہر سمجھنے سے قاصر رہے اور آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

{ تذکرۃ الاولیاء باب ۴۵
ایضاً الیواقیت والجواہر جلد اوّل ص۱۴ }

(۶) حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ولادت ۱۶۴ ہجری وفات ۲۴۱ ہجری)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا علمی مقام تیسری صدی کے علمائے ربّانی میں نہایت بلند ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک آپ حدیث، فقہ، لغت، قرآن، فقر، زُہد، ورع اور سُنّت میں امام تھے۔ (طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ)

اِس امام ہمام کی آزمائش بھی تکفیر کے ابتلاء سے کی گئی مگر آپ اِس امتحان میں پُوری طرح کامیاب نکلے اور حق وصداقت کی آواز اپنی زندگی کے آخری سانس تک بلند کرتے رہے۔

چنانچہ مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری لکھتے ہیں:۔

" دینِ نبوی کا قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلب گار تھا۔ وہ صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی تھی جس کو سلطانِ عہد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اُنہوں نے نہ تو بادشاہوں کے سامنے سر جھکایا اور نہ دُنیا کے طلبگار علماء کی جانب التفات فرمایا بلکہ خالص دین کے قیام کے راستہ میں اپنے وجود کو قربان کر دینے اور تمام خلفِ اُمّت کے لئے ثبات و استقامت علی السُّنّۃ والحق کا راستہ کھول دینے کے لئے حسب الحکم فاصبر کما صبرا ولو العزم من الرّسل اُٹھ کھڑے ہوئے مقابلہ کیا۔ وہ قید ہوئے۔ چار چار بوجھل بیڑیاں پہنائی گئیں۔ پہن لیں۔ اسی حالت سے بغداد سے طرطوس لے جائے گئے۔ بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہلنا دُشوار تھا عین رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بھوکے پیاسے روزہ دار کو تپتی ہوئی دُھوپ میں بٹھایا گیا اور اس مقدّس پیٹھ پر جو علوم و معارف نبوّۃ کی حامل تھی پُوری قوّت سے کوڑے مارے گئے۔ ہر جلّاد پُوری قوّت سے کوڑے لگا کر جب تھک جاتا تھا تو تازہ دَم جلّاد آ کر پیٹنے لگتا۔ تازیانے کی ہر ضرب پر جو صدا زبان سے نکلتی تھی وہ نہ تو جزع و فزع کی تھی نہ شور و فغاں کی بلکہ وہی صدا تھی جس کی بدولت یہ سب کچھ ہو رہا تھا یعنی القراٰن کلام اللہ غیر مخلوقٍ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں مجھے اِس قدر مارا گیا کہ جسم خون سے رنگین ہو گیا اور مَیں بیہوش ہو گیا"

(سیرۃ ائمہ اربعہ مرتبہ سیّد رئیس احمد صاحب جعفری ص ۶۱۳ تا ص ۶۱۵)

(۷) حضرت امام نسائی رح (ولادت ۲۱۵ ہجری وفات ۳۰۴ ہجری)

تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ محدّث اور سنن نسائی کے مؤلف۔ حضرت امام نسائی رح نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کئے تو غالیوں نے نہ صرف مارا بلکہ ان پر تشیّع کا الزام بھی لگایا۔ حضرت شاہ عبد العزیز رح اِس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع

کر دیا۔" (البستان المحدثین بحوالہ مؤلفینِ صحاح ستہ صلا ناشر ادارہ علوم عصریہ لائل پور)

(۸) حضرت ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۷ ہجری)

حضرت ابنِ حبان عالمِ ربانی بھی زندیق قرار دیئے گئے۔

(ہفت روزہ خورشید سندیلہ ۲۵ رفروری ۱۹۳۸ء صلا)

(۹) حضرت ابو العباس بن عطا رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳۰۹ ہجری)

یہ بزرگ بھی رُوحِ کافرگری کی سفّاکیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور زندیق اور کافر قرار پائے۔ (خورشید سندیلہ ۲۵ رفروری ۱۹۳۸ء صلا)

(۱۰) حضرت ابو الحسن النّوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۵ ہجری)

نہایت پاک باطن، صُوفی مجتہدِ طریقت اور شب بیدار عابد و زاہد جنہیں قمر الصوفیاء کہا جاتا تھا۔

غلام الخلیل نے آپ کی نسبت نیز بعض دوسرے صُوفیاء مثلاً حضرت ابو حمزہؒ۔ رقامؒ۔ شبلیؒ اور جُنیدؒ کی نسبت بادشاہِ وقت کو مُخبری کی کہ یہ سب لوگ بے دین ہیں اور اگر انکو تہ تیغ نہ کیا گیا تو ملک میں بے دینی اور الحاد پھیل جائے گا جس پر بادشاہ نے سب کو قتل کرنے کا حُکم دے دیا جلّاد نے تلوار سونت کر حضرت رقامؒ کو قتل کرنا چاہا تو حضرت ابو الحسن النّوری رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو۔ نیز فرمایا میرا طریقہ ایثار پر مبنی ہے اور سب سے عزیز چیز زندگی ہے مَیں چاہتا ہوں کہ یہ چند سانس بھی اپنے اِس بھائی کے عوض خرچ کر دوں کیونکہ میرے نزدیک زندگی کا ایک دَم بھی آخرت کے ہزار سال سے بہتر ہے۔ بادشاہِ وقت آپ کا انصاف اور قدمِ صدق دیکھ کر حیران رہ گیا اور قاضی کو حُکم دیا کہ اِن کے بارے میں غور کرو۔ اِس پر قاضئ وقت نے اِن بزرگوں کی پُر معرفت گفتگو سُنی اور بادشاہِ وقت سے کہا کہ اگر یہ مُلحد و بے دین ہیں تو پھر رُوئے زمین پر کوئی مُوحّد نہیں۔ اِس پر بادشاہِ وقت نے اُن کو نہایت اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء باب ۴۵ در ذکر ابو الحسن النّوریؒ)

چوتھی صدی ہجری

(۱) حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۱۲ ہجری، شہادت ۳۰۹ ہجری)

خیر القرون کے بزرگانِ اُمت کی تقوی شعاری، للّٰہیت، صبر و رضا، توکل و استقلال اور راہِ حق میں فداکاریوں اور جاں نثاریوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم فیجِ اعوج کے عہدِ مُظلمہ کے اُن اولیاء و اصفیاء کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں جنہوں نے کافر سازی کی ذہنیت کے اُٹھائے ہوئے مہیب سیلاب کے دوران حق و صداقت کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا اور عشقِ الٰہی اور عقیدتِ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی امانت سینہ بسینہ اگلی نسلوں میں منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اِس سلسلہ میں سب سے پہلا نام ہمارے سامنے حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا آتا ہے جو صاحبِ کرامات بزرگ اور خدا تعالیٰ کے سچے عاشق اور صوفیٔ کامل اور درجۂ فنائیت تک پہنچے ہوئے تھے اور جوشِ وحدت اور حالتِ جذب میں مسئلۂ وحدت الوجود کو مانتے اور اَنَا الْحَقّ کا مجذوبانہ اور مجنونانہ نعرہ بلند کرتے تھے۔ زُہد و وَرَع کی یہی منزل تھی جس پر کافرگر ذہنیت ایک بار پھر پوری قوت سے جوش میں آئی اور اُس نے نہ صرف راہِ خدا کے اِس سالک کو "کتاب و سُنّت کی رُو سے" کافر و زندیق بنا ڈالا بلکہ سالہا سال تک قیدخانہ کی صعوبتوں میں مُبتلا کرنے کے بعد بالآخر بغداد کے بادشاہ مقتدر کے حکم سے تختۂ دار پر لٹکا کر دم لیا۔ ("قاموس المشاہیر" جلد ۲ صفحہ ۲۳۴، مؤلفہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۶ء)

مولانا رئیس احمد صاحب جعفری تحریر فرماتے ہیں:۔

"۲۹۷ھ ہجری میں ابن داؤد الاصفہانی الظاہری کے فتوے کی بناء پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے ..... ۳۰۱ھ ہجری میں دوسری مرتبہ ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور آٹھ سال تک مسلسل اسیرِ زنداں رہے ..... ۳۰۹ھ ہجری میں ان کے مقدمہ کا آخری فیصلہ ہوا اور فیصلہ کیا گیا کہ ۱۸ ذی قعدہ کو ان کی زندگی ختم کر دی جائے گی اس طرح کہ اُنہیں کوڑے مارے جائیں، اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے

جائیں۔ اُن کا سر تن سے جُدا کر دیا جائے۔ ان کے اعضاء آگ میں جھلسائے جائیں اور اس کے بعد انہیں دجلہ کے پانی میں بہا دیا جائے۔ اِس حکم کی تعمیل کو کوئی نہ روک سکا۔

حلاّج کی جان اِس جرم میں لی گئی کہ وہ اَنَا الحق کا نعرہ لگاتے رہے تھے۔ اِس قول سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ وہ اتّحادِ ذاتِ الٰہی کے قائل تھے یعنی اپنی ذات کو ذاتِ الٰہی میں گُم کر کے ذاتِ الٰہی کا جزو بن گئے تھے۔"

{ کتاب "انوارِ اولیاء" صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ زیرِ عنوان "حسین منصور حلاّج" وزیرِ عنوان "کیا منصور کافر تھے؟" مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور }

(۲) حضرت امام شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳۲۴ ہجری)

معتزلہ کی عقلیت اور سطحی فلسفیت کی سطوت و شوکت کو خاک میں ملانے کی اوّلین سعادت جس عظیم شخصیت کے حصّہ میں آئی وہ حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مجتہدِ فن اور علمِ کلام کے بانی ہونے کے علاوہ عبادت و تقویٰ، اخلاقِ فاضلہ اور رُوحانیت میں بھی درجۂ امامت و اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ حق تعالیٰ نے مذہبِ اسلام کی تبلیغ، اِحقاق اور حمایت کے لئے انہیں بے پناہ جذبہ عطا فرمایا تھا معاصرین اُن کی فصاحت و بلاغت، حُسنِ تقریر اور قوّتِ تحریر کی وجہ سے انہیں "لسان الاُمّت" کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی کا پایۂ علمِ کلام و اُصولِ فِقہ میں مُسلّم ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں امام ابو الحسن اشعریؒ کے شاگرد شیخ ابو الحسن باہلی کے سامنے ایسا تھا جیسے سمندر کے اندر قطرہ۔

{ "تاریخ دعوت و عزیمت" حصّہ اوّل صفحہ ۸۷ تا ۹۱ از مولانا سیّد ابو الحسن علی صاحب ندوی مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء }

رُوحِ کافر گری نے اسلام کے اِس مایۂ ناز فرزند کو بھی معاف نہیں کیا اور آپ کو مُلحد اور کافر تک کہہ دیا گیا۔

(ہفت روزہ "خورشید" سندیلہ ۲۵ رفروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ کالم ۳)

(۳) حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۶۷ ہجری، وفات ۳۶۴ ہجری)
حضرت ابوبکر شبلیؒ اہلِ تصوف کے امام اور علومِ طریقت میں یگانہ اور لاثانی تھے۔ ریاضات اور کرامات کے باب میں آپ شہرۂ آفاق شخصیت تھے۔ آپ کو جاہلوں اور عوام سے سخت اذیتیں پہنچیں، آپ پر کئی مرتبہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا چنانچہ لکھا ہے :-

" وَ شَهِدُوْا عَلَى الشِّبْلِيْ بِالْكُفْرِ مِرَارًا "

(الیواقیت الجواہر جلد اوّل ص۱۵)

(۴) حضرت ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۰۲ ہجری، وفات ۳۷۳ ہجری)
آپ اربابِ طریقت کے بزرگ، اصحابِ ریاضت کے برگزیدہ، ذکر و فکر میں فانی اور علومِ تصوّف میں ماہر اور صاحبِ تصنیف تھے۔ آپ کی نسبت بھی لکھا ہے :-

" ابوعثمان مغربی کہ بعلم و بزرگی نظیرِ خود نداشت از مکّہ اورا بیرون نمودہ و بہ تہمت مطعون کردہ بودند "

{ " نظم الدُّرَر فی سِلک السِّیَر " ص۱۶۸
مؤلفہ علّامۂ دہر و فہّامۂ عصر المعتصم باللہ ملّا صفی اللہ صاحبؒ
مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ }

پانچویں صدی ہجری

(۱) حجّۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۵۰ ہجری، وفات ۵۰۵ ہجری)
آپ کی شخصیّتِ اسلامی دُنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ۔" احیاء العلوم "، "کیمیائے سعادت" اور دیگر بے شمار علمی تصانیف آپ کی یادگار اور اُمّتِ مسلمہ کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔
جہاں تک رُوحِ کافرگری کا تعلق ہے آپ بھی اِس کی زد سے بچ نہیں سکے۔ مولانا رئیس احمد جعفری کے الفاظ میں یہ ایک کھُلی حقیقت ہے کہ :-

" بہت سے فقہاء اور اصحابِ ظواہر اور اربابِ کلام تھے جو اُن سے نفرت کرتے تھے۔ اُن کا عناد اپنے دِل میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ اُن کی مخالفت کو

سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اُن پر طنز و تعریض کرتے تھے اور اُن کی تعلیمات پر شکوک و شبہات وارد کرتے تھے۔" ("انوارِ اولیاء" صـ ۱۹۸)

آپ نے "منخول" نامی کتاب فقہ میں تصنیف فرمائی جس پر آپ کے زندیق و ملحد ہونے کا پراپیگنڈا شروع کر دیا گیا چنانچہ علّامہ شبلی نعمانی اِس کتاب کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں:-

"امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ ایک عُمدہ دستاویز تھی۔ یہ لوگ سنجر کے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب و رنگ چڑھا کر پیش کیا۔ اِس کے ساتھ امام صاحب کی اَور تصنیفات کے مطالب بھی اُلٹ پلٹ کر بیان کئے اور دعویٰ کیا کہ غزالی کے عقائد زندیقانہ اور مُلحدانہ ہیں۔"

{"الغزالیؒ" صـ ۵۶ مؤلفہ علّامہ شبلی نعمانی
ناشر ایم ثناء اللہ خاں - ۲۶ ریلوے روڈ لاہور
طبع دوم ۱۹۵۲ء -}

تکفیر کی اِس کارروائی کا پس منظر بقول جناب اعجاز الحق قدوسی یہ تھا کہ:-

"امام غزالی کی شہرت ملکوں ملکوں پھیل رہی تھی۔ اِس آڑے وقت میں وہ اسلام کی جو خدمت انجام دے رہے تھے وہ بلاشُبہ بہت اہم تھی لیکن دُنیا کا دستور ہے کہ سیدھی راہ بتانے والوں اور نیک لوگوں کے کچھ نہ کچھ دشمن ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ امام غزالی کے بھی کچھ دشمن پیدا ہو گئے یہ دشمن اُس وقت کے بناوٹی پیر اور دُنیا دار عالم تھے جو نیکوں کی صورت بنا کر اپنا مطلب نکالنے کے لئے بُری باتوں کو دین کا رنگ دے دیتے اور شاہانِ وقت، اُمراء اور عام لوگوں کو خوش کرنے کے لئے طرح طرح کے ڈھونگ رچاتے ہیں۔ امام غزالی نے ایسے بناوٹی پیروں اور دُنیا دار مولویوں کے فریب کے پردے چاک کر کے رکھ دیئے تھے۔ اپنی کتابوں کے ذریعہ ان کے کرداروں

کو بے نقاب کر دیا تھا اِس لئے یہ لوگ ان سے کدورت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو احساس تھا کہ اُن کا اقتدار کم ہو رہا ہے اور اگر کچھ دِن یہی حالت رہی اور اسی طرح اسلام کی صحیح ترجمانی کی جاتی رہی تو پھر لوگ اُن کا نام بھی نہ لیں گے"

("امام غزالیؒ" صفحہ ۴۲ تا ۴۴، ناشر فیروز سنز لاہور)

"غزالی نامہ" میں لکھا ہے کہ :-

"علی بن یوسف بن تاشفین مُتولد ۱۱ رجب ۴۹۶ھ متوفی ۷ رجب ۵۳۷ھ بادشاہِ مغرب یعنی اندلس و مراکش مالکی مذہب پر عامل تھا اور نہایت کٹر اور متعصّب، فلسفہ و منطق کا سخت مخالف تھا۔ فقہائے مالکی اور دوسرے دشمنانِ غزالی نے مشہور کر دیا کہ مؤلفاتِ غزالی سراپا فلسفہ و منطق ہیں۔ علی بن یوسف بن تاشفین نے حکم دیا کہ "احیاء العلوم" کے نسخے جہاں ملیں جمع کئے جائیں نیز ان کی دوسری کتابیں بھی فراہم کی جائیں اور ان سب کو نذرِ آتش کر دیا جائے اور ساری مملکت میں جتنے پیروانِ غزالی ملیں اور اُن کی تالیفات کو رواج دینے والے دستیاب ہوں ان سب کو ہلاک اور قتل کر دیا جائے ۔۔۔ قاضی عیاض ۔۔۔ جن کی وفات مراکش میں ۵۴۴ھ ہجری میں ہوئی نے علی بن تاشفین کے بعد فتویٰ دیا کہ مؤلفاتِ غزالی کو نذرِ آتش کر دیا جائے ۔۔۔۔ ابنِ حزام مغربی نے کہ جن کا شمار رئیس فقہائے بلادِ مغرب میں ہوتا تھا فتویٰ دیا کہ "احیاء العلوم" کا پڑھنا حرام ہے اور اس کے نسخوں کا جلا دینا واجب ہے۔ ۵۵۸ھ میں یافعی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں مؤلفاتِ غزالی پر قیل و قال کا سلسلہ جاری تھا فقہائے ناحیۂ جبال نے فتویٰ دیا کہ غزالی کی کتب کا پڑھنا حرام اور ان کا جلا دینا واجب" ("غزالی نامہ" اُردو ترجمہ از مولانا رئیس احمد جعفری صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱)

خدا کی قدرت اِدُرج کا فر گری جس مقدس امام کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر صفحۂ ہستی سے

نیست و نابود کر دینا چاہتی تھی اُس لٹریچر کو حق تعالیٰ نے ایسی مافوق العادت عظمت بخشی کہ صدیاں گذرنے کے بعد آج چار دانگِ عالم میں اُس کی دھوم ہے جو حضرت امام غزالیؒ جیسے پاک نفس اور پاک باطن بزرگ کے جذبۂ خلوص، صبر اور دعاؤں کی کرامات ہے۔

(۲) حضرت امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۸۴ ہجری، وفات ۴۵۶ ہجری)

آپ حدیثِ نبویؐ اور اقوالِ صحابہؓ کے متبحر عالم، تاریخ و نفسیات کے ماہر، نابغۂ روزگار متکلم، بہترین ادیب، عظیم فقیہہ اور مؤرخ تھے علم انساب، نحو، لغت، شعر، طب، منطق اور فلسفہ میں بھی آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ براہِ راست کتاب و سُنّت سے احکامِ شریعت کا استنباط کرتے تھے۔ یہ چیز عُلمائے وقت اور فقہائے زمانہ کو سخت ناگوار گزری اور انہوں نے بالاتفاق آپ کے گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا چنانچہ "مُعجم المؤلفین" میں لکھا ہے:۔

"کَانَ یَسْتَنْبِطُ الْاَحْکَامَ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَانْتَقَدَ کَثِیْرًا مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ فَاَجْمَعَ هٰؤُلَآءِ عَلٰی تَضْلِیْلِهٖ وَحَذَّرُوْا اَرْبَابَ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ فِتْنَتِهٖ وَنَهَوْا عَوَامَّهُمْ مِنَ الدُّنُوِّ مِنْهُ وَالْاَخْذِ عَنْهُ فَاُقْصِیَ وَطُوْرِدَ فَرَحَلَ اِلٰی بَادِیَةِ لَبْلَةَ بِالْاَنْدُلُسِ فَتُوُفِّیَ بِهَا"

(جلد ۷ صفحہ ۱۶ مطبوعہ دمشق)

ترجمہ:۔ آپ کتاب و سُنّت سے شرعی احکام کا استنباط کرتے اور علماء اور فقہاء پر بکثرت تنقید کرتے تھے جس پر اُنہوں نے متفقہ طور پر آپ کو گمراہ قرار دیا۔ اربابِ حکومت و سیاست کو آپ کے "فتنہ" سے خبردار کیا اور عوام کو آپ کے قریب آنے اور آپ سے استفادہ کرنے کی ممانعت کر دی اور نہایت بے عزتی سے آپ کو بہت دُور شہر بدر کر دیا گیا چنانچہ آپ اندلس کے لبلہ نامی جنگل کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

چھٹی صدی ہجری

(۱) حضرت غوثِ اعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۷۰ ہجری وفات ۵۶۱ ہجری)

آپ صُوفیاء کے مشہور و معروف سِلسلۂ قادریہ کے بانی اور صاحبِ کرامات عالمِ ربّانی تھے۔ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں "غُنْيَةُ الطَّالِبِيْن"، "فُتُوحُ الْغَيْب" اور "بَهْجَةُ الْاَسْرَار" بہت مشہور ہیں۔ "اَلْفَتْحُ الرَّبَّانِي" آپ کے ملفوظات کا نہایت بصیرت افروز مجموعہ ہے۔ اقلیم رُوحانیت کے اِس رُوحانی بادشاہ کو بھی ہدفِ تکفیر بنایا گیا ؎

کس بچشمِ یار صِدّیقے نہ شُد
تا بچشمِ غیر زِندیقے نہ شُد

مشہور ہے کہ علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن علی بن جوزی اور اُس کے ہمنوا دوسو علماء نے عالمِ اسلام کی اِس برگزیدہ ہستی کے خلاف فتوائے کُفر دیا۔ علامہ مذکور کی کتاب "تلبیسِ ابلیس" میں جا بجا صُوفیاء پر سخت تنقید کی گئی ہے اور حضرت غوثِ اعظمؒ کی شان میں بالواسطہ طور پر اشاروں اور کنایوں سے بڑی گستاخیاں کی گئی ہیں۔

"حالات جناب غوث الاعظمؒ" میں لکھا ہے:۔

"بعض کوتاہ بینوں نے ۔۔۔ انہیں اہل الضلال والطغیان کے موافق فتویٰ دے دیا"

(صفحہ ۱ مولفہ ابنِ وسیم، مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور)

(۲) حضرت خواجہ فریدالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۱۳ ہجری شہادت ۶۲۷ ہجری)

شریعت و طریقت میں یکتا تھے۔ "تذکرۃ الاولیاء" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ پر شیعیّت کا الزام دے کر بازارِ کافرگری کو زینت دی گئی۔ ناچار آپ نے لوگوں سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔

("مقدمہ تذکرۃ الاولیاء" ناشر منزل نقشبندیہ لاہور)

(۳) حضرت علّامہ ابنِ رُشد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۲۰ ہجری، وفات ۵۹۵ ہجری)

علّامہ ابنِ رُشدؒ علم و فضل کے آفتاب تھے۔ فلسفہ، علمِ الٰہیات، حکمت، طِب اور ریاضی میں امام تھے۔ اِن علوم و فنون میں آپ نے چالیس تصانیف کیں جن کے لاطینی اور عبرانی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ یورپ کے فلسفہ جدید کی بُنیاد آپ ہی کی تصانیف میں علم کے اعتبار سے ارسطو کے بعد ابنِ رُشد کو دوسرا بڑا انسان سمجھا جاتا ہے۔

رُوحِ کافر گری نے اِس یگانۂ روزگار اور نہایت باکمال بزرگ کو بھی معاف نہیں کیا۔

مولانا عبدالسلام ندوی آپ کے خلاف کُفر و ارتداد کے فتاویٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ابنِ رُشدؒ کے دشمنوں نے اس پر اِلحاد و بے دینی کا جو الزام لگایا تھا اُس کی بناء پر اِس معاملے نے ایک قومی اور مذہبی صورت اختیار کر لی تھی اور اِسی حیثیت سے اس پر فردِ قراردادِ جُرم لگائی گئی۔ چنانچہ قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک عام اجتماع ہوا جس میں تمام علماء و فقہاء شریک ہوئے۔ اِس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ ابنِ رُشدؒ گمراہ اور لعنت کا مستوجب ہو گیا ہے۔ اور چونکہ قاضی ابوعبداللہ بن ابراہیم الاصولی کی بعض باتوں سے بھی اِس اِلحاد و بے دینی کا اظہار ہوا تھا اِس لئے وہ بھی حاضر کئے گئے تو سب سے پہلے قاضی ابوعبداللہ بن مروان نے تقریر کی اور کہا کہ اکثر چیزوں میں نفع و ضرر دونوں ہوتا ہے۔ لیکن جب نفع کا پہلو ضرر کے پہلو پر غالب آجاتا ہے تو اس سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے ورنہ وہ چیز چھوڑ دی جاتی ہے۔ اِس کے بعد خطیب ابوعلی بن حجّاج نے اعلان کیا کہ یہ تمام لوگ مُلحد اور بے دین ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کو جلا وطن کیا گیا اور ابنِ رُشدؒ کو لُوسینا میں جو قرطبہ کے پاس یہودیوں کی ایک بستی ہے نظر بند کیا گیا کیونکہ بعض لوگوں نے شہادت دی تھی کہ اس کا سِلسلۂ نسب یہودیوں سے ملتا ہے۔" (حکمائے اسلام)

حصّہ دوم صنہ ۱۲، صنہ ۱۲۱ مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڈھ)

(۴) حضرت صُوفی شعیب بن الحسن المغربی (ابومدین) رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۵۹۴ہجری)

آپ اندلس کے مُمتاز صوفی تھے علمِ توحید میں آپ کی کتاب "انس الوحید ونزھۃ المرید" خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ یہ بزرگ بھی جناب الٰہی کی طرف سے رُوح کافرگری کے امتحان میں ڈالے گئے اور صبر و رضاء کی منازل طے کرنے کے بعد مقبول درگاہِ الٰہی بنے۔ علّامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے "الیواقیت والجواہر" جلد اوّل کے صفحہ ۱۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ اُس وقت کے عُلماء نے آپ پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگایا۔

(۵) حضرت الشیخ الاکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۶۰ ہجری، وفات ۶۳۸ ہجری)

مسلم سپین کی جن شخصیتوں نے دُنیائے اسلام پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور اذہان وقلوب میں زبردست انقلاب برپا کیا ہے اُن میں آپ سرِفہرست ہیں حکمت، تصوّف، علمِ کلام، فقہ، تفسیر، ادب اور شعروسخن کے آپ شہسوار تھے۔ آپ کے قلم سے بے شمار تصانیف نکلی ہیں اور اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت بلند مقام رکھتی ہیں۔ آپ کو یہ فخرو اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مسئلۂ فیضانِ ختمِ نبوّت پر اپنے مکاشفات اور باطنی علوم کی بناء پر نہایت تفصیلی اور فیصلہ کُن روشنی ڈالی ہے جو قیامت تک کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ جیسے مجاہدِ اسلام کو بھی کافرسازی کا تختۂ مشق بنایا گیا اور اُن کے خلاف کُفر وضلال کے فتوے صادر کئے گئے حتّٰی کہ اُنہیں کافرِ اعظم تک کہا گیا۔

("ابن عربیؒ" مصنفہ ابوجاوید نیازی، ناشر فیروزسنز لاہور ۱۹۶۹ء صہ ۴۳)

اِسی پر بس نہیں، مصر میں تو آپ کے قتل کی باقاعدہ کوشش بھی کی گئی۔

("انوارِ اولیاء" صہ ۲۴۳ مرتبہ مولانا رئیس احمد جعفری)

حضرت ابنِ عربیؒ اپنے اِس آزمائشی دَور میں اِس درجہ کامیاب نکلے کہ اللہ تعالیٰ نے اِسی دُنیا میں ایسے بزرگ اور صُوفی پیدا کر دیئے جنہوں نے آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین ادا کیا

اور اپنی گردنیں ان کے سامنے عقیدت سے جھکا دیں۔ چنانچہ علاّمہ قطب الدین شیرازیؒ کا قول ہے کہ :-

حضرت شیخ اکبرؒ شریعت وحقیقت دونوں میں کامل اور بے نظیر تھے۔ جو لوگ اُن کے کلام پر طعن کرتے ہیں وہ کیا کریں۔ اُس کو وہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور جو کوئی اُن کو بُرا کہتے ہیں تو اُن کو ایسا جانو جیسے وہ لوگ ہیں جو نبیوں کو بُرا کہتے ہیں۔ حضرت امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ امام محی الدین ابنِ عربیؒ بہت بڑے جلیل القدر ولی اور اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شیخِ اکبرؒ عارفوں کے مربّی اور حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ امام ابنِ سعد یافعیؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت شیخ اکبرؒ کو ولایتِ عُظمٰی حاصل تھی۔ امام سبکیؒ کہتے ہیں کہ آپ مِنْ اٰیاتِ اللہ تھے اور اُس زمانہ میں علم وفضل کی کُنجی اُنہیں کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت شیخ کمال الدین رحمہما اللہ اُن کے عالی مقام کا اعتراف کرتے تھے اور اُن کی نگاہ میں آپ کا کامل محقّق اور صاحبِ کرامات ہونا مسلّم تھا۔

"مشاہیرِ اسلام" جلد ۱ ص ۱۸۷
{ ناشر : صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤالدین۔ پنجاب }

(۶) حضرت شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (شہادت ۵۸۵ ہجری)

آپ کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ عموماً شیخ مقتول اور قتیل اللہ کہلاتے ہیں حلب کے فقہاء کو آپ نے جب بحث ومناظرہ میں بالکل لاجواب کر دیا تو رُوحِ کافرگری حرکت میں آئی اور آپ کافر اور واجب القتل قرار پائے۔ چنانچہ علماء کے فتویٰ پر سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیٹے ملک الظاہر نے آپ کو جیل خانے میں ڈال دیا اور آپ کو قلعہ حلب کے قید خانہ میں گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔

"معجم المولفین" جلد ۱۳ ص ۱۸۹
{ و "انوارِ اولیاء" ص ۱۹۳ و "حکمائے اسلام" حصہ دوم ص ۵۵ تا ص ۵۷ }

ساتویں صدی ہجری

(۱) حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۶۵۴ ہجری)
آپ بلادِ مغرب کے رہنے والے مشائخِ کبار میں سے تھے۔ آپ پر بھی زندقہ کا الزام لگایا گیا۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۱۳)

(۲) حضرت شیخ عزّ الدین عبد العزیز بن عبد السّلام رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۶۶۰ ہجری)
آپ "شجرۃ المعارف" کے مصنّف تھے جنہیں دوسرے اہل اللہ کی طرح تکفیر کا نشانہ بنایا گیا۔ ("الیواقیت والجواہر" جلد ۱ ص ۱۳)

(۳) حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۳۴ ہجری، وفات ۷۰۵ ہجری)
برِّصغیر پاک و ہند کے نامور صُوفی اور سلطان المشائخ تھے۔ حضرت بابا گنج شکرؒ آپ کے پیر و مُرشد اور مشہور شاعر امیر خسرو دہلویؒ آپ کے مُرید باصفا تھے۔ "انوارِ اولیاء" میں لکھا ہے کہ:-

"شاہی محل کے سامنے زمین پہ فرش بچھایا گیا۔ صدر میں بادشاہ اپنے فوجی افسروں کے جُھرمٹ میں بیٹھا تھا جو سب ہتھیار بند تھے۔ اُس کے دائیں طرف علماء کی صف تھی جن کے بیچ میں مُفتیٔ اعظم حاکمِ شرع بیٹھے تھے۔ مفتی صاحب نے پُوچھا کیا آپ مسلمان ہیں؟ حضرت نے جواب دیا الحمدللہ مَیں مسلمان ہوں۔ مفتی نے سوال کیا کیا آپ حنفی ہیں؟ حضرت نے جواب دیا ہاں! مَیں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں۔ مفتی نے پُوچھا کیا آپ گانا سُنتے ہیں؟ حضرت نے جواب دیا ہاں مَیں گانا سُنتا ہوں۔ ... مفتی صاحب نے کہا کوئی دلیل اِس طرح گانا سُننے کے جواز میں آپ کے پاس ہے؟ حضرت نے فرمایا بخاری شریف میں صحیح حدیث موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت نے وہ حدیث پڑھی جس کا مطلب خواجہ سیّد محمد امام نے مجھے بتایا کہ حضرت نے یہ حدیث پڑھی ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے مدینے کے انصار کی لڑکیاں دَف بجا بجا کر گا رہی تھیں اور حضرت اُن کا گانا سُن رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں

آ گئے اور انہوں نے لڑکیوں کو گانے بجانے سے روکا۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان لڑکیوں کو گانے بجانے سے نہ روکو آج ان کا عید کا دن ہے اور ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔ یہ حدیث سُنکر مفتیٔ اعظم نے کہا "ترا با حدیث چہ کار تو کہ مشرب ابوحنیفہ داری قول ابوحنیفہ بیار"۔
ترجمہ:۔ تم کو رسُول کی حدیث سے کیا واسطہ تم حنفی ہو اور ابوحنیفہ کا مشرب رکھتے ہو تو ابوحنیفہ کا قول دلیل میں پیش کرو۔

حضرت نے جواب دیا۔ "سُبحان اللہ! من کہ قولِ رسولؐ می آرم تو می گوئی کہ قول اُمتی بیار؟ ابوحنیفہ کہ بُود کہ من قولِ او بمقابلہ قول رسول مے آرم؟"
ترجمہ:۔ سُبحان اللہ مَیں رسول اللہ کا قول پیش کرتا ہوں اور تم ایک اُمتی کا قول مانگتے ہو۔ ابوحنیفہ کون تھے جن کا قول رسُولؐ کے مقابلے میں پیش کروں۔

جو قوم رسُول کے قول کے مقابلے میں ایک اُمّتی کا قول مانگتی ہے وہ اس سے نہیں ڈرتی کہ وہ قوم جلا وطن ہوجائے اور قحط میں مُبتلا ہو اور شہر برباد و ویران ہوجائے۔

یہ سُنکر مفتیٔ اعظم اور شیخ زادہ فرحام نے بادشاہ اور حاضرین کو اشتعال دلانے کے لئے کہا۔ خُدا کی پناہ! اس شخص نے حامی شریعت اور ناصر فقہ حنفی بادشاہ کی موجودگی میں امام ابوحنیفہ کی توہین کی ہے اور کہتا ہے ابوحنیفہ کون تھے حالانکہ ابھی اس نے کہا تھا کہ مَیں حنفی ہوں اور امام ابوحنیفہ کا مقلّد ہوں۔ مفتیٔ اعظم کی حکمت کارگر ہوئی اور جتنے علماء اُس کے ساتھ تھے اُن سب نے بگڑ بگڑ کر غُصّے کے لہجے میں کہنا شروع کیا اس نے امام کی توہین کی ہے۔ اور مجلس میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں یہ شخص مُجرم ہے۔ یہ شخص گستاخ ہے"۔

کتاب "انوارِ اولیاء" صفحہ ۲۹۷، صفحہ ۲۹۸

{ در ذکر خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، مولّفہ سیّد رئیس احمد جعفری ندوی
مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔ }

(۴) حضرت امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۶۱ ہجری، وفات ۷۲۸ ہجری)

آپ عالمِ جلیل اور مجاہدِ کبیر تھے۔ زُہد و تقویٰ، علم و فضل اور شجاعت میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک رُوحِ کافرگری کے ہاتھوں ستائے گئے اور بالآخر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے قید خانہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ اِس اجمال کی تفصیل ہمیں علّامہ محمد بن شاکر قطبی کی مشہور کتاب "فوات الوفیات" صفحہ ۳۹ و ۴۰ سے یُوں ملتی ہے کہ علماء و فقراءِ زمانہ نے یہ خیال کر کے کہ امام ابنِ تیمیہ ہمارے طریقہ کے خلاف چلتا اور ہماری جماعت کو توڑتا ہے۔ اِن لوگوں نے آپ کا معاملہ متّفقہ کوشش سے حُکّام تک پہنچایا اور ہر ایک نے اپنی فکر آپ کے کُفر میں چلائی اور محضر نامے تیار کر کے عوام کو بھڑکایا کہ اِنکو اکابر کے پاس جلد لے جائیں۔ آخر آپ دیارِ مصریہ کے دربارِ حکومت میں پیش کئے گئے اور جاتے ہی قید خانے میں ڈال دیئے گئے اور باندھے گئے۔ گوشہ نشین فقراء اور مدارس کے علماء وغیرہ ہر قسم کے لوگوں نے آپ کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے لئے مجالسِ عمل قائم کیں۔ شیخ الاسلام کے مصائب یہیں تک ختم نہیں ہو گئے بلکہ اِس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے کئی آزمائشوں میں سے آپ کو گزرنا پڑا اور عُمر بھر ایک ابتلاء میں سے دوسرے ابتلاء سے دوچار ہوتا پڑا یہاں تک کہ آپ کا معاملہ ایک قاضی کے سپرد ہُوا جس نے آپ کو قید میں رکھنے ہی کا فیصلہ دیا یہاں تک کہ قضائے الٰہی نے قید خانے سے خدا کی آغوشِ رحمت اور جنّت میں آپ کو پہنچا دیا۔

{ "تاریخ اہلِ حدیث" صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ از مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
ناشر: اسلامی پبلشنگ کمپنی اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔
طبع اوّل ۱۹۵۳ء۔ }

مرض الموت میں وزیرِ دمشق آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا کہ جو قصور مجھ سے سرزد ہُوا ہے مجھے معاف کر دیا جائے۔ چونکہ امام موصوف یہ سب آزمائشیں محض خدا کے لئے جھیل رہے تھے اِس لئے آپ نے جواب میں فرمایا مَیں نے تم کو بھی اور اُن تمام لوگوں کو بھی معاف کیا جنہوں نے مجھ سے دشمنی کی۔ میرے مخالفین کو یہ معلوم نہ تھا کہ مَیں حق پر ہوں۔ مَیں نے شاہ وقت

ملک ناصر کو بھی معاف کیا جس نے مجھے قید کر رکھا ہے کہ اُس کا یہ فعل اغیار کے بھکانے کے سبب وقوع میں آیا۔ اللہ اللہ! حضرت رحمۃٌ لّلعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوتِ قدسیہ سے کیسے کیسے رحیم و کریم اور شفیق و مہربان شاگرد پیدا کئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(۵) حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۴۵ ہجری)

مشہور عالم بزرگ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ آپ ہی کے شاگرد اور مُرید باصفا تھے آپ کو محفلِ سماع منعقد کرنے کی پاداش میں کُھلّم کُھلا کافر کہا گیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی کھال کھینچی گئی اور آپ قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دئیے گئے۔

{ "مولانا روم" از امتیاز محمد خان صفحہ ۴۴، صفحہ ۴۵، ناشر: فیروز سنز لاہور و "قاموس المشاہیر" جلد دوم صفحہ ۲۳، صفحہ ۲۴۔ }

(۶) حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۰۴ ہجری، وفات ۶۷۲ ہجری)

سلسلۂ جلالیہ کے بانی ہیں جو روم، شام، مصر، عراق اور عرب وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ جو مقبولِ خاص و عام ہے آپ ہی کی مُبارک تصنیف ہے۔ دُنیائے اسلام کی یہ مایۂ ناز شخصیت بھی رُوحِ کافر گری کی یلغار سے بچ نہ سکی حتّٰی کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ جو شخص اُن کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

(ہفت روزہ "خورشید" سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ کالم ۲)

آٹھویں صدی ہجری

(۱) حضرت امام ابنِ قیّم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۹۱ ہجری، وفات ۷۵۱ ہجری)

آپ نامور مصنّف اور ممتاز متکلّمِ اسلام گزرے ہیں۔ آپ کی سوانح میں لکھا ہے:۔

" آپ کو بھی امام ابنِ تیمیہؒ کی طرح بہت ایذاء دی گئی۔ ایک اُونٹ پر سوار کر کے شہر میں پھرایا گیا۔ بدنِ اقدس پر دُرّے مارے جاتے تھے پھر اُستادِ مکرم کے ساتھ اسی قلعہ میں بند کر دیا گیا۔ جُرم یہ تھا کہ آپ حضرت ابراہیم خلیلؑ کی

قبر کی زیارت کے لئے شدِّ رحیل کے قائل نہ تھے۔"

"حیات حافظ ابن قیمؒ" صہ ۱۰۷
تصنیف عبد العظیم عبد السلام شرف الدین پروفیسر قاہرہ یونیورسٹی
ترجمہ غلام احمد حریری ایم۔ اے۔

(۲) حضرت تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۷۲۷ ہجری، وفات ۷۷۱ ہجری)
آپ جیسے بزرگ صوفی کامل، فقیہہ، مؤرّخ، ادیب پر بھی کُفر کا فتویٰ لگایا گیا جیساکہ "الیواقیت والجواہر" جلد ۱ صہ ۱۵ پر مذکور ہے۔

نویں صدی ہجری

(۱) حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۸۱۷ ہجری، وفات ۸۹۸ ہجری)
علومِ عقلیہ و نقلیہ میں بڑے ماہر اور جامع اور عارفِ کامل تھے۔ آپ کی مولفات بہت ہیں جن میں شرح کافیہ اور شرح نقایہ مختصر الوقایہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کو بھی تکفیر کے امتحان میں ڈالا گیا۔

(ہفت روزہ "خورشید" سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء صہ ۶ کالم ۳)

(۲) حضرت سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ فرقہ مہدویہ (ولادت ۸۴۷ ہجری
وفات ۹۰۲ ہجری)
مشہور ولیٔ کامل تھے جنہوں نے مہدیٔ دوراں ہونے کا دعویٰ فرمایا جس پر علمائے ظواہر کی طرف سے آپ پر فتویٰ کُفر لگایا گیا۔
مولانا ابو الکلام آزاد "تذکرہ" میں لکھتے ہیں:۔
"اُس زمانہ میں مہدوی فرقہ کا نیا نیا چرچا ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور علماءِ دربار کے لئے اِس فرقہ کے قتل و سلب اور تکفیر و تضلیل کا مشغلہ سب سے زیادہ دلپسند اور کامیاب مشغلہ تھا۔ اِن لوگوں کو ہر زمانے میں اپنی دلبستگی و حکمرانی کے لئے فرقہ آرائی اور جنگ و قتالِ مسلمین کا کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور ملنا

چاہیئے۔ اُس وقت کے مناسبِ حال اِس سے بڑھ کر اَور کوئی مشغلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ فرقہ سیّد محمد جونپوری رح کی طرف منسوب ہے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی ہونے کے مدّعی تھے۔"

" حضرت شاہ ولی اللہ رح کا قول شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سیّد محمدؒ عالمِ حق اور واصل باللہ تھے۔ بعض خواطر و واردات ان پر ایسے گزرے ہیں کہ اُن کے درک و فہم میں درماندہ و عاجز رہ گئے اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکے میں پڑ گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیا۔ حضرت مجدد صاحبؒ اور مرزا مظہر جانِ جاناں رح سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ علماءِ حق کا تو یہ حال تھا مگر علمائے دین نے اِس جماعت کے استیصال پر کمر باندھی اور سیّد محمد کی نسبت اعتقادِ مہدویہ وغیرہ کو بنیادِ تکفیر قرار دیا۔"

("تذکرہ" صـ۴۴ تا صـ۶۰ ملخصاً)

(۳) حضرت شیخ علائی رحمۃ اللہ علیہ (شہادت ۹۵۵ ہجری)

مہدوی طریقے کو بنگال کے مشہور عالم شیخ علائی رح کے ذریعہ بہت فروغ ہوا اور ہزاروں لوگوں نے اِس فرقہ کے عقائد اختیار کر لئے۔ مہدوی عقائد کے متعلق شرعی فیصلہ کرنے کے لئے علماء کی ایک مجلس منعقد کی گئی لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اُس زمانے میں سلیم شاہ حکمران تھا اور اُس کے دربار میں مخدوم الملک مُلّا عبداللہ سلطان پوری کو بڑا رسوخ حاصل تھا۔ مخدوم الملک نے شیخ علائی کے قتل کا فتویٰ دیا اور پھر آپ کو کوڑے مروا کر شہید کرا دیا۔

{ "رودِ کوثر" صـ۲۶ تا صـ۲۹ از شیخ محمد اکرام ایم۔اے
طبع سوم، ناشر: فیروز سنز لاہور۔ }

"منتخب التواریخ" سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم الملک نے حضرت شیخ علائی رح کے واجب القتل ہونے کے مقدمات یُوں ترتیب دئے ہیں:-

" ایں مبتدع دعوئے مہدویّت مے کند و مہدی خود پادشاہِ رُوئے زمین خواہد شُد و چُوں سر خروج دارد واجب القتل است۔" ("منتخب التواریخ"

جلد اوّل صفحہ بحوالہ "تذکرہ" از مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ ۶۸)

دسویں صدی ہجری

(۱) حضرت احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ بھی رُوحِ کافرگری کی نذر ہو گئے۔ فیروز تغلق نے آپ کی شطحیات کی بناء پر بموجب فتویٰ علمائے دہلی شہید کرا دیا۔

("آبِ کوثر" مصنفہ شیخ محمد اکرام صاحب صفحہ ۴۹۸ حاشیہ)

(۲) حضرت صُوفی بایزید سرحدی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۳۲ ہجری، وفات ۹۸۰ ہجری)

آپ کا شمار سرحد کے قدیم صُوفیاء میں سے ہوتا ہے۔ آپ جب اپنے اُصولوں کی تبلیغ کے لئے پہلی بار پشاور تشریف لائے تو آپ کو گمراہ، بے دین اور بے شرع قرار دیا گیا۔

{ تذکرۂ صُوفیائے سرحد صفحہ ۱۴۹، از اعجاز الحق قُدّوسی
ناشر: مرکزی اُردو بورڈ لاہور۔ }

گیارھویں صدی ہجری

(۱) حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۷۱ ہجری، وفات ۱۰۳۴ ہجری)

آپ گیارھویں صدی ہجری کے مجدد تھے جنہوں نے زبان و قلم سے بدعتوں کا قلع قمع کرنے کا مسلسل جہاد کیا۔ آپ کے مکتوبات جو کلام و تصوّف کے اسرار و رموز کا قیمتی خزانہ ہیں اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مجدّدؒ کو اشاعتِ حقّ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں جن امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ان میں نمایاں ترین ابتلاء اور امتحان یہ تھا کہ علمائے زمانہ نے جہانگیر کے دربار میں مُخبری کی کہ سرہند کا ایک مشائخ زادہ ایسے دعوے کرتا ہے جن سے کُفر لازم آتا ہے۔

"خزینۃ الاصفیاء" میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض علماء نے آپ کے قتل کا فتویٰ بھی

دیا تھا اور آپ کے خلاف ملک بھر میں ایک عام شورش پیدا کر دی گئی اور آپ نے بادشاہ کے فرمان پر تقریباً ایک سال تک قلعۂ گوالیار میں قید رہ کر پھر سے سُنّتِ یوسفی کو تازہ کر دیا۔

{ "رودِ کوثر" ص ۲۲۲ تا ص ۲۲۶ اشاعتِ سوم
از شیخ محمد اکرام ایم۔اے، شائع کردہ فیروز سنز لاہور }

(۲) حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰۰۲ ہجری، شہادت ۱۰۷۰ ہجری)

آپ آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ جوانی میں مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ آپ اپنے تخلص سرمد کے نام سے مشہور ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے۔ یہاں جذب و جنون طاری ہوا اور عُریاں پھرنے لگے۔ سرمد کی مشہور رُباعی ہے ؎

"ہر کس کہ سرِ حقیقتش باور شد
او پہن تر از سپہرِ پنہاں در شد
مُلّا گوید کہ بر فلک شد احمد
سرمد گوید بہ احمد در شد"

"تذکرۃ الخیال" میں ہے کہ اِس رُباعی پر آپ کو کافر قرار دیا گیا کہ معراجِ جسمانی سے مُنکر ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے قرار دادِ جُرم میں اُس وقت اضافہ ہوا جب علماء نے آپ سے کلمۂ طیّبہ پڑھنے کے لئے کہا مگر سرمد نے "لَآ اِلٰہَ" سے زیادہ نہ پڑھا اور کہا کہ ابھی تک مَیں نفی میں مستغرق ہوں مرتبۂ اثبات تک نہیں پہنچا جب پہنچوں گا تو اِلَّا اللہ بھی کہوں گا۔ علمائے ظواہر نے فتویٰ دیا کہ فقط لَآ اِلٰہَ کہنا کفر ہے اگر سرمد توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو محبّتِ الٰہی میں فانی تھے اپنے مسلک سے مُنحرف ہونے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ دوسرے روز مسجدِ جامع کے سامنے مقتل میں لے جائے گئے جلّاد سامنے آیا تو ذیل کا شعر پڑھ کر اپنی گردن رکھ دی ؎

شورے شد و از خوابِ عدم دیدہ کشودیم
دیدیم کہ باقی است شبِ فتنہ غنودیم

(رودِ کوثر ص ۳۹۰، ص ۳۹۱ و قاموس المشاہیر جلد اوّل ص ۲۸۷، ص ۲۸۸)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کے دردناک واقعۂ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

" اِسلام کے اِس تیرہ سو برس کے عرصہ میں فقہاء کا قلم ہمیشہ تیغِ بے نیام رہا ہے اور ہزاروں حق پرستوں کا خُون اُن کے فتووں کا دامنگیر ہے۔ اسلام کی تاریخ کو خواہ کہیں سے پڑھو مگر سینکڑوں مثالیں کہتی ہیں کہ بادشاہ جب خونریزی پر آتا تھا تو دارالافتاء کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ دونوں یکساں طور پر کام کرتے تھے۔ صُوفیاء اور اربابِ وطن پر مُنحصر نہیں علمائے شریعت میں سے بھی جو نکتہ بیں اسرارِ حقیقت کے قریب ہوئے فقہاء کے ہاتھوں اُنہیں مُصیبتیں اُٹھانی پڑیں اور بالآخر سر دے کر نجات پائی۔ سرمد بھی اُسی تیغ کا شہید ہے "

"مشاہیرِ اسلام" جلد اوّل صہ ۱۵۱
{ ناشر: صُوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤالدین پنجاب }

(۳) حضرت محمد بن ابراہیم شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۰۵۰ ہجری)

یہ بزرگ بھی جو فلسفیانہ مسائل پر کامل دستگاہ رکھتے اور عام فہم اسلوبِ تحریر اختیار کرنے میں اپنی نظیر آپ تھے محض اِس "جُرم" کی پاداش میں کافر قرار پائے کہ آپ کا طرزِ تحریر عام فہم اور سلیس تھا۔

("حکمائے اسلام" حصہ دوم صہ ۳۱۵ مؤلفہ عبدالسلام ندوی)

بارھویں صدی ہجری

(۱) حضرت معصوم علی شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۱۵ ہجری)

آپ حضرت سیّد علی رضا دکنی کے مُرید اور خلیفہ تھے اور طبقۂ صُوفیاء میں ایک نئے فرقہ کے بانی بھی۔ آپ کے اور آپ کے فرقہ کے خلاف تکفیر کی ذہنیت نے جو مظاہرہ کیا وہ رہتی دُنیا تک یاد رہے گا۔ علماءِ ظواہر نے علی مراد خاں بادشاہ کے پاس

عرضداشت بھیجی کہ یہ فرقہ اسلام اور سلطنت دونوں کا غدّار ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا اِس فرقہ کے بڑے بڑے لوگوں کے ناک اور کان کاٹ ڈالے جائیں اور اسکے تمام پیروؤں کی ڈاڑھیاں مونڈ دی جائیں۔ اِس فرمانِ شاہی پر حضرت معصوم علی شاہ میر رح نہایت بے دردی سے شہید کر دئے گئے۔

("قاموس المشاہیر" جلد ۲ صہ ۲۲۴)

(۲) حضرت حکیم المِلّت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۴ ہجری وفات ۱۱۷۱ ہجری)

بارھویں صدی کے مُسلّم مُجدّد تھے۔ آپ "پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سَو برس کے بعد سرزمینِ ہندوستان میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اس کے بعد ترجمۂ قرآن کی بنیاد پڑی۔۔۔۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اُمّتِ مُسلمہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔۔۔۔ لیکن اُس زمانہ کے علماءِ اُصول بجائے آپ کے ممنونِ احسان ہونے اور ہمّت افزائی کرنے کے آپ کے مخالف بن گئے اور عوام میں آپ کے خلاف شورش برپا کر دی کہ اس طرح یہ شخص لوگوں میں گمراہی پھیلانا چاہتا ہے۔ قرآن کا ترجمہ پڑھ کر لوگ بھٹک جائیں گے۔ اس نے دینِ اسلام میں ایک زبردست بِدعت کی بِنا ڈالی ہے۔ سلفِ صالحین نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ایسا مُجرم اور بدعتِ سیّئہ کا مُرتکب واجب القتل ہے وغیرہ وغیرہ۔ مخالفین نے آپ کے اِس فعلِ حَسَن کو محض اپنے عِناد اور دشمنی کی بناء پر عجیب رنگ چڑھایا۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے خلاف ورغلایا اور تمام شہر میں اس کے خلاف پراپیگنڈا کیا حتّٰی کہ ایک مرتبہ عصر کے وقت جب شاہ صاحب رح مسجد فتحپوری سے نکل رہے تھے تو اِن معاندین نے چند غنڈوں کو ہمراہ لے کر آپ کو گھیر لیا لیکن آپ کسی طرح بچ کر نِکل گئے۔ اِس کے بعد یہ مخالفت آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

اور آج یہ کیفیت ہے کہ ہم اِسی کارِ نمایاں پر آپ کو ہدیۂ تحسین پیش کر رہے ہیں۔"

{ دیباچہ "البلاغ المبین" صـ۱۸، صـ۱۹
ناشر: ادارۂ تعمیر و تبلیغ دیوبند }

(۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۰ ہجری، وفات ۱۱۹۵ ہجری)

آپ مشہور صُوفی اور شاعر تھے۔ آپ نے ترکِ دُنیا کر کے تصوّف اور شعر و ادب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ آپ کا شمار زبانِ اُردو کے عظیم محسنوں میں ہوتا ہے۔ رُوحِ تکفیر کا انتقام آپ کی شہادت پر مُنتج ہوا اور گولی لگتے ہی آپ کی رُوح عالمِ بالا کو پرواز کر گئی۔

(رُودِ کوثر صـ۶۳۷)

(۴) حضرت محمد بن عبدالوہّاب رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۵ ہجری، وفات ۱۲۰۶ ہجری)

آپ نجد کے عظیم دینی مُصلح، انقلاب انگیز مُجدد اور وہابی تحریک کے دینی راہنما اور پیشوا تھے۔ قیامِ سُنّت و توحید میں آپ کے دینی سعر کے ہمیشہ اسلام کی مذہبی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں مگر افسوس کافر گر ذہنیت نے اِس بطلِ جلیل کو بھی کافروں کے زُمرہ میں داخل کر دیا۔ حضرت محمد بن عبدالوہّابؒ کے خلاف حرم شریف کے مفتی و امام السیّد احمد بن زینی کا فتویٰ "الدرالسنیۃ فی الرّد علی الوھّابیّۃ" میں درج ہے۔

{ "وہابی مذہب کی حقیقت" مولفہ مولانا محمد ضیاء اللہ قادری
ناشر: قادری کتب خانہ سیالکوٹ صـ۵ و صـ۲۰-۲۱ }

تیرھویں صدی ہجری

(۱) حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۰۱ ہجری، شہادت ۱۲۴۶ ہجری۔)

(۲) حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۹۶ ہجری، شہادت ۱۲۴۶ ہجری)

یہ دونوں بزرگ جو مجدّدِ وقت تھے بالاکوٹ کی سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں۔ مولانا مسعود عالم صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"قریب تھا کہ سارا پنجاب و سرحد اسلامی نُور سے جگمگانے لگتا اور ایک مرتبہ پھر خلافتِ راشدہ کا عملی نمونہ دُنیا کے سامنے آجاتا۔۔۔۔ علمائے سُوء اور قبر پرستوں نے مجاہدینِ اُمّت پر کُفر کے فتوے لگائے۔ خوانین نے اپنے مُرشد اور محسن سے غدّاری کی نتیجہ یہ ہوُا کہ سیّد شہید نے بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مولانا اسمٰعیل شہید بھی دلی مُراد پا گئے۔۔ ۔۔۔۔ ایک طرف اِن نفوسِ قدسیہ کی یہ قربانیاں اور فداکاریاں ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کے "قدر شناس" مسلمانوں کی طرف سے تکفیر و تفسیق کا صد سالہ لٹریچر جو بدایوں سے لے کر مدراس تک پھیلایا گیا اور اب تک پھیلایا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔ بدنصیبی یہ ہے کہ بدبختوں نے آج تک اللہ کے اِن بندوں کو معاف نہیں کیا۔ مشہدِ بالاکوٹ کو آج سَو برس سے اُوپر ہو چکے ہیں مگر اِن پاک ارواح پر طعن و تشنیع کا سِلسلہ جاری ہے۔" [۱]

---

[۱] حضرت مولانا اسمٰعیل شہید پر ایک فتویٰ:۔

"اس کے کُفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور نہ اس کے اِرتداد میں اور اس کے ملازمین کے کُفر میں اور ارتداد میں بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور جو اُس کے کُفر اور ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔" (کتاب "بھونچال بر لشکرِ دجّال" صہ ۲۰ ماخوذ از ہفت روزہ "خورشید" ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء صہ ۵)

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

بالاکوٹ کی تربت میں آرام کرنے والو! تم پر اللہ کی رحمت اور سلام!"

{"ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" صفحہ ۳۸ تا ۴۰
شائع کردہ مکتبہ نشأۃِ ثانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء }

(۳) حضرت مولوی عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۳۰ ہجری، وفات ۱۲۹۸ ہجری)

آپ زہد و تقویٰ میں بے مثل بزرگ تھے اور توحید و سُنّت کی تبلیغ اور شرک و بدعت کی تردید میں شمشیر برہنہ تھے اور اسی لئے رُوحِ کافرگری کے ہاتھوں ایک لمبے عرصے تک مصائب و آلام سے دوچار رہے۔ جلاوطن ہوئے۔ امیر دوست محمد خان والئ کابل کے وقت میں مُلّا مشکی اور مُلّا نصراللہ نے آپ پر کُفر کا فتویٰ دیا۔ بعد ازاں محمد افضل خاں اور محمد اعظم خاں کی مرضی سے علماء نے آپ کو دُرّے مارنے اور گدھے پر سوار کرکے شہر میں پھرانے کا فتویٰ صادر کیا۔ اِس تشہیر اور زدوکوب سے فارغ ہوئے تو آپ کو بیٹوں سمیت قیدخانہ میں ڈال دیا گیا مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن رہے اور کتاب و سُنّت کی تبلیغ کو شعار بنائے رکھا۔

(تاریخ اہلحدیث از مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی ص۴۲۵ تا ص۴۲۷)

(۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۴۸ ہجری، وفات ۱۲۹۷ ہجری)

آپ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی رح کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم الشان دینی و علمی درسگاہ کے بانی تھے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں سے آپ نے کامیاب مناظرے کئے جس سے پُورے برِّ صغیر میں آپ کی دُھوم مچ گئی۔ نہایت بلند پایہ لٹریچر آپ نے یادگار چھوڑا جس میں سے "تحذیر النّاس" کا مرتبہ علمِ کلام کی تاریخ میں نہایت بلند ہے مگر یہی کتاب تکفیر بازی کی جنون خیز ذہنیت کو مُشتعل کرنے کا مُوجب بن گئی اور اسی

کی بناء پر علمائے حرمین شریفین نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

"... نذیریہ نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اِس رسالہ میں کہا ہے :-

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

..... یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں باجماعِ اُمت اسلام سے خارج ہیں۔"

("حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" ص۱۰۰ و ۱۱۳)

اِس فتویٰ پر مکہ معظمہ کے بیس ۲۰ اور مدینہ طیبہ کے بتیس ۳۲ علماء کرام و مفتیانِ عظام نے اپنی مہریں ثبت کیں۔"

خاتمۂ کلام

گزشتہ تیرہ صدیوں کے اُن مقربانِ درگاہِ الٰہی کا مختصر اور اجمالی ذکر کرنے کے بعد جو کافر گری کی ذہنیت کے امتحان میں مُبتلا کئے گئے اور اپنے مال، عزّت و آبرو بلکہ خُون کی قربانی دے کر عشقِ الٰہی کے مقدّس اور پاکیزہ درخت کو سینچتے رہے۔ ہم اِس مقالہ کو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے ایک پُر معارف ارشادِ مبارک پر ختم کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

"عجیب بات یہ ہے کہ جتنے اہل اللہ گزرے ان میں کوئی بھی تکفیر سے نہیں بچا۔ کیسے کیسے مقدّس اور صاحبِ برکات تھے ...... یہ تو کُفر بھی مبارک ہے جو ہمیشہ اولیاء اور خدا تعالیٰ کے مقدّس لوگوں کے حصّہ میں ہی آتا رہا ہے۔"

(اخبار "الحکم" ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ